٧٨٦

مثنوی نشاط امید

۵ پنج گنج حالی

مثنوی حب وطن

مصنفہ

شمس العلماء جناب مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی رح

جسکو

شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور

بنگلہ ایوب شاہ

اندرون دروازہ شیرانوالہ

بقیمت ۲؎ نے سنہ ۱۹۲۴ء میں

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام بابو عبد الرشید

مینجر طبع کرایا

مصنفین اردو کی قابل دید تصنیفات

میرزا غالب دہلوی مرحوم

مکمل اردوئے معلٰی حصہ ضمیمہ اردوئے معلٰی — یہ اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو میرزا صاحب نے اپنے دوستوں کے تمدنی حالات کو مدنظر رکھکر لکھے تھے قیمت ۱۲ر

عود ہندی — اس میں عموماً وہ اصلاحی خط ہیں جو اُنہوں نے بعض شعراء کو اُن کے اشعار کی اصلاح کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھے ۱۲ر

دیوان غالب اردو۔ سادہ ۶ر

" " معہ شرح حسرت موہانی ... عہ

مطالب الغالب دیوان غالب اردو کی بہترین جدید شرح از مولانا سہا قیمت ۱۲ر

کلیات نظم فارسی ...... عہ

مولانا خواجہ حالی پانی پتی مرحوم

یادگار غالب یعنی سوانحمری جناب نجم الدولہ دبیرالملک مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی مرحوم ۱۲ر

حیات سعدی یعنی سوانحمری حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی قیمت ... عہ

الدین یسر ۴ر

مسدس حالی معہ ضمیمہ حالات مولانا حالی قیمت ... ۸ر دیوان حالی عہ

شکوۂ ہند ۳ر مقدمہ دیوان حالی ... ۱۲ر

مناجات بیوہ ۳ر پنج گنج حالی ۳ر

مثنوی حقوق اولاد ۳ر رباعیات حالی ۸ر

حب وطن حالی ۸ر مسدس ننگ خدمت مع

چھوٹ اور ایسچ کا مناظرہ قیمت ۲ر

مولانا محمد حسین آزاد دہلوی مرحوم

آبحیات یعنی مشاہیر شعرائے اردو کے حالات اور زبان کی عہد بعہد ترقیوں اور اصلاحوں کا بیان قیمت ے

نیرنگ خیال یعنی مجموعہ مضامین مولانا آزاد۔ قیمت حصہ اول ۱۲ر حصہ دوم ۱۰ر

دربار اکبری شہنشاہ اکبر اور اُسکے دربار کی تاریخی فسانے صر

دیوان ذوق معہ حالات مصنف + نظم آزاد قیمت ۸ر

مولانا شبلی نعمانی مرحوم

الفاروق۔ حضرت فاروق اعظم رضہ کی زندگی اور اُن کا طرز حکومت۔ قیمت ...... عیف

المامون۔ خلیفہ مامون رشید عباسی کے حالات قیمت عہ

موازنہ انیس و دبیر قیمت .... ے

شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا آغاز۔ قدما کا دور قیمت ... عیف

شعر العجم حصہ دوم شعرائے عہد متوسط ۱۲ر

شعر العجم حصہ سوم شعرائے متاخرین ۱۲ر

شعر العجم حصہ چہارم فارسی شاعری پر ریویو قیمت ے

" " حصہ پنجم قیمت ...... عیف

اسلامی حکومت اور اسکا اثر ہندوستان پر ۴ر

ڈاکٹر سر اقبال

درد دل یا ایک یتیم کا خطاب ہلال عید کو ۲ر

خلافت اور اسلام (نظم اور نثر) ۳ر

نالۂ یتیم ایک لاوارث بچے کی حقیقت دردناک الفاظ میں ۲ر

شمع اور شاعر۔ گذشتہ اور موجودہ ہندوستانی حالات کا نقشہ اور آیندہ کے لئے اُمیدیں قیمت ۶ر

شکوہ نہایت نیازمندانہ شکایتیں درگاہ الٰہی میں ۲ر

جواب شکوہ بارگاہ ایزدی سے ان شکایات کا جواب ۴ر

نظم خضر راہ ۴ر + نظم طلوع اسلام ۴ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی

کلمۃ الحق

اے راست گوئی کیا قہر ہے تو
شے کوئی تجھ سی کڑوی نہ ہوگی
ہے ناگواری پہچان تیری
یاروں کو کرتی اغیار تو ہے
رشتے ہزاروں تو نے تڑوائے
سقراط کو زہر تو نے دلایا
بے جرم مسموم تو نے کرائے
رخنے عرب میں تو نے نکالے
موسےٰ کو مدین تو نے بھگایا
تو نے صلہ میں بخشے ہیں اکثر
مظلوم کتنے تیرے سہارے
خونخوار لشکر ہیں ساتھ تیرے
تیرے جلو میں رسوائیاں ہیں

اے حق کی تلخی کیا زہر ہے تو
حنظل میں بھی ایسی تلخی نہ ہوگی
اَلحَقُّ مُرٌّ ہے شان تیری
چلواتی گھر گھر تلوار تو ہے
باپوں سے بیٹے تو نے چھڑائے
شبیرؓ کو قتل تو نے کرایا
سولی پہ معصوم تو نے چڑھائے
بدر و اُحد میں رن تو نے ڈالے
احمدؐ سے مکّہ تو نے چھڑایا
سولی کے اورنگ کانٹوں کے افسر
"ایلی" ہی "ایلی" کہتے سدھارے
رنگین لہو سے ہیں ہاتھ تیرے
سنگت میں تیری تنہائیاں ہیں

تدبیر ہے تو ناکامیوں کی
تقریب ہے تو بدنامیوں کی
تو آشتی کی رہتی ہے دشمن
تو مصلحت سے رکھتی ہے اَن بن
قطع و برش ہے تاثیر تیری
رہتی ہے ننگی شمشیر تیری
ہوتی ہے جس جا تو جلوہ گستر
دفتر بہت سے ہوتے ہیں ابتر
پڑتی ہے ہل چل ہر مرحلے میں
آتی ہے دنیا اک زلزلے میں
حق معبدوں میں ہوتا ہے داخل
ہوتے ہیں جھوٹے معبود باطل
اٹھتا ہے عملہ لات اور صفا کا
ہوتا ہے گھر پر قبضہ خدا کا
عیسائیوں کا اُڑتا ہے پرچم
صف قبطیوں کی ہوتی ہے برہم
ہوتے ہیں اغیار احمد کے ساتھی
بوجہل کے سب چھٹتے ہیں ناتی

اے راست گوئی اے تیغ بُرّاں
تیرا مخالف کیوں ہو نہ دوراں
سب وحشت انگیں مضمون ہیں تیرے
نت مصلحت پر شب خوں ہیں تیرے
گُن تیرے جن پر ظاہر ہوئے ہیں
وہ تیری دُھن میں آخر سچے ہیں
اُمڈا جہاں سے سیلاب تیرا
پھر واں کشتی ٹھیری نہ بیڑا
اٹھتی ہیں دل سے جب تیری موجیں
ہوتی ہیں نازل واں حق کی فوجیں
دیتی ہے ہمت ان کو سہارے
کرتی ہے اُمید پنہاں اشارے
عزم ان کے مشکل کرتا ہے آساں
دل ان سے لاکھوں کرتا ہے پیماں
چھا جائے ظلمت گو بحر و بر میں
ہے روز روشن ان کی نظر میں
زور ان پہ تیرے ہیں آشکارا
مٹھی میں ان کے عالم ہے سارا
عظمت جہاں ہے تیری سمائی
پربت وہاں ہیں نظروں میں رائی
شاہوں کی گردن جھکتی نہیں واں
طوفاں میں کشتی رکتی نہیں یہاں
اے راست گوئی تو ہے وہ افسوں
سنگ بھی دل سے ہیں جس پہ مفتوں
تلخی میں تیری شکر مزا ہے
ہر دل میں چبھتی تیری ادا ہے
تو نے جہاں دی آواز جا کر
لاکھوں سر اُٹھے تیری صدا پر
ہوتی ہے دھیمی پرواز تیری
بڑھتی ہے کم کم آواز تیری
پھر دوڑتی ہے یوں مرد و زن میں
جس طرح آتش لگتی ہے بن میں

بنتے ہیں دشمن انصار تیرے
پطرس نے چھوڑے یار آشنا سب
ڈالا عمر پر جب تو نے سایہ
آہٹ سے تیری کرتے ہیں جو رم
جوں جوں وہ زد سے کٹتے ہیں دوری
جاتا ہے آہو جب چوٹ کھا کر
تجھ سے ہی جو ہیں وحشی بدکتے
گو حق کی تلخی پائے ہوئے ہیں
بھاگے ہیں کھا کر زخم نہاں وہ
دل دوز ہیں سب تیری ادائیں
زہر ہلاہل برسوں پیئیں جب
دیتی اول تو زخم کاری
کل ہے مسرت ہے آج غم تو
ہوتی ہے سچ سے جب سب کو نفرت
جس جا تعصب ہے عین ایماں
رسم سلف پر مرتے جہاں ہیں
تقلید جس جا ہے طوق گردن
کرتی ہے واں تو واعظ کو رسوا
وہاں مفتیوں پہ ہیں تیرے ہاوے
پجتی ہیں قبریں جب اولیا کی
جس ملک میں ہے جاری غلامی
غل بھیڑیوں کا پڑتا جہاں ہے
زہر اس عسل کو ہے تو بتاتی
اس نیش میں تو کہتی شفا ہے
ہندی ہیں تیری تازی کی بو ہے

ہوتے ہیں قیدی احرار تیرے
پریوں پہ دیکھی تیری ادا جب
ارقم کے گھر میں آ سر جھکایا
ہیں گدگداتے دل انکے ہر دم
ضرب ان پہ تیری پڑتی ہے پوری
گرتا ہے آخر کچھ دور جا کر
پھر پھر کے تجھکو جاتے ہیں تکتے
پہ چوٹ دل پہ کھائے ہوئے ہیں
جائیں گے بچکر تجھ سے کہاں وہ
کڑوی ہیں ساری تیری دوائیں
بیمار تیرے پائیں شفا تب
مرہم کی آخر آتی ہے باری
دیتی ہے امرت کہتی ہے سم تو
تو جھوٹ پر واں کرتی ہے لعنت
انصاف کا غل کرتی ہے تو وہاں
رسموں پہ حملے تیرے وہاں ہیں
تقلیدیوں سے ہے تیری ان بن
ہے وہی منزل قول اسکا جس جا
ہیں مثل قرآں جس جا فتاوے
تو ہے دہائی دیتی خدا کی
ہوتی ہے واں تو بردوں کی حامی
تو بکریوں کی واں پاسباں ہے
جس میں حلاوت ہے سب کو آتی
نیش اجل کا جس میں مزا ہے
مشرق میں کہتے مغرب کی تو ہے

جس سرزمیں میں پانی ہے عنقا
تو چھیڑتی ہے وہاں ذکرِ دریا

ہر سو جہاں ہے طغیانِ باراں
شور العطش کا کرتی ہے تو واں

سانپوں کا خطرہ پاتی جہاں ہے
اندھوں کے آگے کرتی فغاں ہے

طوفاں کی آہٹ پہلے سے پاکر
بیڑوں میں چرچا کرتی ہے جاکر

ڈاکے کی آمد ڈاکے سے پہلے
کہتی ہے جاکر تو کارواں سے

بلبل ہے گل پر جب چہچہاتی
اُس دم خزاں سے تو ہے ڈراتی

پاتی ہے گھر میں جب کچھ دھواں تو
آگ آگ کا غل کرتی ہے واں تو

جب دیکھتی ہے تو میں بگڑتی
ہے آگ میں تو قوموں کی پڑتی

کرتی ہے ظاہر اُن کی خطائیں
دیتی ہے اُن کو چیدہ رائیں

گہہ منعموں پر ہے تو برستی
گہہ جھاڑتی ہے مفلس کی ہستی

دیتی ہے طعنے بے غیرتوں کو
کرتی ہے رسوا بے عزتوں کو

للکارتی ہے تو کاہلوں کو
پھٹکارتی ہے تو جاہلوں کو

جھڑکی ہے تیری عادت میں داخل
ترشی ہے تیری طینت میں داخل

بگڑے ہیں تجھ سے دل بے نہایت
لاکھوں نے کی ہے تیری شکایت

ہاں نام تیرا جس نے لیا ہے
عالم کو اپنا دشمن کیا ہے

احکام تیرے ٹلتے رہے ہیں
تیرے نوشتے جلتے رہے ہیں

پہونچایا جس نے پیغام تیرا
جمہور میں وہ بدنام ٹھہرا

کتنوں نے جانا ساحر نبیؐ کو
کتنوں نے مانا کافر علیؓ کو

طوفاں اُٹھائے اہلِ ہدیٰ پر
بہتان باندھے زین العبا پر

نعمانؒ کو دی بدعت سے نسبت
کی شافعیؒ پر برپا قیامت

مالکؒ پہ لائے آفت جفا جو
یہاں تک کہ اکھڑا مفصل سے بازو

کی ابن حنبلؒ کی یہ مدارا
چہرہ پہ تھوکا کوڑوں سے مارا

نکلے ائمہ اکثر وطن سے
خالی بخارا رہے ابن حسن سے

کتنوں کی باندھی لت سے مشکیں
کتنوں کے رستی ڈالی گلے میں

مرتد بتایا اہلِ یقیں کو
ٹھہرایا زندیق اربابِ دیں کو

اے کلمۂ حق تیری بدولت
ٹھہرے جہاں میں بیگانے سب سے
دنیا نے اُن پر گو ظلم توڑا
ہے تلخ و شیریں ہر بات تیری
کانوں کو تو ہے گو ناگوارا
جو حرف حق سے بھاگے بگڑ کر
حق کے سب آخر طالب ہوئے ہیں
ہوتا نہ ہرگز جگ میں اُجالا
اے راست گوئی اے ابرِ رحمت
گر تو نہ ہوتی یاں سایہ افگن
عالم ہے سرسبز تیرے قدم سے
باغِ جہاں کو چھانٹا ہے تونے
تو بیکسوں کی یاور رہی ہے
جن بستیوں میں تو نے چھپائی
بند اپنی جس جا تونے زباں کی
رہبر نہ ہوتا اگر نور تیرا
گر مصر کی تو کھوتی نہ خامی
سینا میں حق کا جھنڈا نہ گڑتا
جنبش نہ ہوتی گر تیرے لب کو
ہوتے رہے ہیں سب ملک و ملت
مشرق میں جب تھی تیری حکومت
جب دور تیرا مغرب میں آیا
کھلتے رہے ہیں گل تیرے ہر سو
گر تجھ میں تلخی حد سے سوا ہے
ہر بول تیرا جوشِ غضب میں

مردوں پہ گذری کیا کیا مصیبت
تجھ پہ ہوئے وہ دیوانے جب سے
دامن اُنھوں نے تیرا نہ چھوڑا
سُننے میں کڑوی کہنے میں میٹھی
مُنہ سے نکلنا تیرا ہے پیارا
حق اُن کو لایا گردن پکڑ کر
تب حق کے دعوے غالب ہوئے ہیں
حق کا نہ ہوتا گر بول بالا
ہے اس چمن میں سب تیری برکت
برباد ہوتا کب کا یہ گلشن
آباد یہ گھر ہے تیرے دم سے
اکثر خزاں کو ڈانٹا ہے تونے
تو گم رہوں کی رہبر رہی ہے
کھیتی اُنہیں کی یہاں لہلہائی
نکبت نے منزل آکر وہاں کی
یونان میں ہوتا ہر سو اندھیرا
مصری نہ ہوتے عالم میں نامی
سایہ اگر وہاں تیرا نہ پڑتا
قبلہ نہ کرتے خاکِ عرب کو
سرسبز تجھ سے نوبت بہ نوبت
چھائی ہوئی تھی مغرب میں ظلمت
مغرب کو تونے مشرق بنایا
مہکی ہے اکثر یہاں تیری خوشبو
پر تیری دارو صحت افزا ہے
ہے حق کی آواز راہِ طلب میں

گو علم کی ہے تو زندگانی — پر جہل تیرا دشمن ہے جانی
جاہل ہمیشہ تجھ سے لڑے ہیں — نادان ہزاروں تجھ سے اڑے ہیں
لاکھوں بلائیں آئی ہیں تجھ پر — اکثر گھٹائیں چھائی ہیں تجھ پر
ملکوں نے تجھ پر حملے کئے ہیں — قوموں نے تجھ سے بدلے لئے ہیں
قِ ۱ اے کلمۂ حق اے بیتر یزداں — جسوقت ہو تو پردہ سے عریاں
۲ ہوں تیرے جسدم انصار تھوڑے — دشمن بہت ہوں اور یار تھوڑے

عالم ہو تیرا جب ناشناسا
حالی کو دیکھیو اپنا شناسا

مثنوی
نشاط امید

اے مری امید میری جاں نواز — اے مری دلسوز میری کارساز
میری سپر اور مرے دل کی پناہ — درد و مصیبت میں مری تکیہ گاہ
عیش میں اور رنج میں میری شفیق — کوہ میں اور دشت میں میری رفیق
کاٹنے والی غم ایام کی — تھامنے والی دل ناکام کی
دل پہ پڑا آن کے جب کوئی دکھ — تیرے دلاسے سے ملا ہم کو سکھ
تو نے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ — تو نے نہ اُٹھایا کبھی سر سے ہاتھ
جی کو ہوا گر کبھی عُسرت کا رنج — کھول دئے تو نے قیامت کے گنج
تجھ سے ہے محتاج کا دل بے ہراس — تجھ سے ہے بیمار کو جینے کی آس
خاطر رنجور کا درماں ہے تو — عاشق مہجور کا ایماں ہے تو
نوح کی کشتی کا سہارا تھی تو — چاہ میں یوسف کی دل آرا تھی تو
رام کے ہمراہ چڑھی رن میں تو — پانڈوؤں کے ساتھ پھری بن میں تو
تو نے سدا قیس کا بہلایا دل — تھام لیا جب کبھی گھبرایا دل
ہو گیا فرہاد کا قصہ تمام — پر تیرے فقروں پہ رہا خوش مدام
تو نے ہی رانجھا کی یہ بندائی آس — ہیر تھی فرقت میں بھی گویا کہ پاس

ہوتی ہے تو پشت پہ ہمت کے جب
مشکلیں آسان نظر آتی ہیں سب

ہاتھ میں جب آکے لیا تونے ہاتھ
ساتھ سمندر کے گذرنا ہے بات

ساتھ ملا جس کو ترا دو قدم
کہتا ہے وہ یہ ہے عرب اور عجم

گھوڑے کی لی اپنے جہاں تونے باگ
سامنے ہے تیرے گیا اور پراگ

عزم کو جب دیتی ہے تو میل جست
گنبد گردوں نظر آتا ہے پست

تونے دیا آکے ابھارا جہاں
سمجھے کہ مٹھی میں ہے سارا جہاں

ذرے کو خورشید میں ڈے تو چھپا
بندے کو اللہ سے دے تو ملا

دونو جہاں کی ہے بندھی تجھ سے لڑ
دین کی تو اصل ہے دنیا کی جڑ

نیکیوں کی تجھ سے ہے قائم اساس
تو نہ ہو تو جائیں نہ نیکی کے پاس

دین کی تجھ بن کہیں پرستش نہ ہو
تو نہ ہو تو حق کی پرستش نہ ہو

خشک تھا بن تیرے درخت عمل
تونے لگائے ہیں یہ سب پھول و پھل

دل کو لبھاتی ہے کبھی بن کے حور
گاہ دکھاتی ہے شراب طہور

نام ہے سدرہ کبھی طوبے ترا
روز نرالا ہے تماشا ترا

کوثر و تسنیم ہے یا سلسبیل
جلوے ہیں سب تیرے یہ بے قال و قیل

روپ ہیں ہر پنتھ میں تیرے الگ
ہے کہیں فردوس کہیں ہے سرگ

چھوٹ گئے سارے قریب اور بعید
ایک نہ چھوٹی تو نہ چھوٹی امید

تیرے ہی دم سے کٹے جو دن تھے سخت
تیرے ہی صدقے سے ملا تاج و تخت

خاکیوں کی تجھ سے ہے ہمت بلند
تو نہ ہو تو کام ہوں دنیا کے بند

تجھ سے ہی آباد ہے کون و مکاں
تو نہ ہو تو ہو ابھی برہم جہاں

کوئی پڑا پھرتا ہے بہر معاش
ہے کوئی اکسیر کو کرتا تلاش

ایک تمنا میں ہے اولاد کی
ایک کو دلدار کی ہے لو لگی

ایک کو ہے دھن کہ کچھ ہاتھ آئے
دھوم سے اولاد کی شادی رچائے

ایک کو کچھ آج اگر مل گیا
کل کی ہے یہ فکر کہ کھائینگے کیا

قوم کی بہبود کا بھوکا ہے ایک
جس میں ہو اسکے لئے انجام نیک

ایک کو ہے تشنگی قرب حق
جس نے کیا دل سے جگر تک ہے شق

جو ہے غرض اسکو نئی جستجو
لاکھ اگر دل ہیں تو لاکھ آرزو

تجھ سے ہیں دل سبکے مگر باغ باغ
گل کوئی ہونے نہیں پاتا چراغ

سب یہ سمجھتے ہیں کہ پائے مراد
کہتی ہے جب تو کہ اب آئی مراد

وعدہ ترا راست ہو یا ہو دروغ
تو نے دئیے ہیں اُسے کیا کیا فروغ

وعدے وفا کرتی ہے گو چند تو
رکھتی ہے ہر ایک کو خورسند تو

بھاتی ہے سبکو تری لیت و لعل
تو نے کہاں سیکھی ہے یہ آج کل

تلخ کو تو چاہے تو شیریں کرے
بزمِ عزا کو طرب آگیں کرے

آنے نہ دے رنج کو مفلس کے پاس
رکھے غنی اسکو ہے جس کے پاس

باس کا پاتی ہے جو کچھ تو لگاؤ
سینکڑوں کرتی ہے اُتار اور چڑھاؤ

جن کو میسّر نہیں کملی پھٹی
خوش ہیں توقع پہ وہ زربفت کی

چٹنی سے روٹی کا ہے جن کو بناؤ
بیٹھے پکاتے ہیں خیالی پلاؤ

پاؤں میں جوتی نہیں پر ہے یہ ذوق
گھوڑا جو سبزہ ہو تو نیلا ہو طوق

فیض کے کھولے ہیں جہاں تو نے باب
دیکھتے ہیں جھونپڑے محلوں کے خواب

تیرے کرشمے ہیں غضب دلفریب
دل میں نہیں چھوٹتے صبر و شکیب

تجھ سے مہوس نے جو منشور لے لیا
پھونک دیا کان میں کیا جانے کیا

دل سے بھلایا زن و فرزند کو
لگ گیا گھن نخلِ برومند کو

کھانے سے پینے سے ہوا سرد جی
ایسی کچھ اکسیر کی ہے لَو لگی

دین کی ہے فکر نہ دنیا سے کام
دھن ہے یہی رات دن اور صبح و شام

دھونکنی ہے بیٹھ کے جب دھونکتا
شہ کو سمجھتا ہے اک ادنےٰ گدا

پیسے کو جب تاؤ پہ دیتا ہے تاؤ
پوچھتا یاروں سے ہے سونے کا بھاؤ

کہتا ہے جب ہنستے ہیں سب دیکھکر
رہ گئی اک آنچ کی باقی ہے کسر

ہے اسی دھندے میں وہ ناآسودہ حال
تو نے دیا عقل پہ پردہ سا ڈال

تول کے گر دیکھئے اُس کی خوشی
کوئی خوشی اُس کو نہ پہنچے کبھی

پھرتے ہیں محتاج کئی تیرہ بخت
جن کے بڑوں میں تھا کبھی تاج و تخت

آج جو برتن ہیں تو کل گھر گرو
ملتی ہے مشکل سے اُنہیں نانِ جو

تیرے سوا خاک نہیں اُنکے پاس
ساری خدائی میں ہے لے دے کے آس

پھولے سماتے نہیں اس آس پر
صاحبِ عالم اُنہیں کہئے اگر

کھاتے ہیں اس آس پہ قسمیں عجیب
جھوٹے کو ہو تخت نہ یا رب نصیب

ہوتا ہے نومیدیوں کا جب ہجوم
آتی ہے حسرت کی گھٹا جھوم جھوم
لگتی ہے ہمت کی کمر ٹوٹنے
حوصلے کا لگتا ہے جی چھوٹنے
ہوتی ہے بے صبری و طاقت میں جنگ
عرصۂ عالم نظر آتا ہے تنگ
جی میں یہ آتا ہے کہ سم کھا بیٹھیے
پھاڑ کے یا کپڑے نکل جائیے
بیٹھنے لگتا ہے دل آرے کی طرح
یاس ڈراتی ہے چھلاوے کی طرح
ہوتا ہے شکوہ کبھی تقدیر کا
اڑتا ہے خاکا کبھی تدبیر کا
ٹھنتی ہے گردوں سے لڑائی کبھی
ہوتی ہے قسمت کی ہنسائی کبھی
جاتا ہے قابو سے دل آخر نکل
کرتی ہے ان مشکلوں کو تو ہی حل
کان میں پہنچی تیری آہٹ جو ہیں
رخت سفر یاس نے باندھا وہیں
ساتھ گئی یاس کے پژمردگی
ہوگئی کافور سب افسردگی

تجھ میں چھپا راحت جاں کا ہے بھید
چھوڑیو حالی کا نہ ساتھ اے امید

مثنوی
تعصب و انصاف

یاد ہے ہم کو وہ عالم اپنا
تھے کبھی ہم آپ اپنے پہ فدا
اپنی جو بات تھی خوش آتی تھی
اپنی ایک ایک ادا بھاتی تھی
اپنی ہر آن پہ ہم مرتے تھے
اپنی رعنائی کا دم بھرتے تھے
اپنے انداز کے سودائی تھے
اپنے جلوے کے تماشائی تھے
کان کو اپنی ہی بھاتی تھی الاپ
مرحبا کرتے تھے ہم اپنی آپ
آپ خوبی پہ تھے اپنی مفتوں
خود ہی لیلیٰ تھے ہم اور خود ہی مجنوں
جس جزیرے میں ہوئے تھے پیدا
اپنے نزدیک وہی تھی دنیا
روم کی تھی نہ خبر شام کی تھی
آگہی طوس نہ بسطام کی تھی

تھے تماشائے دشتِ پُر خار
پیکے غوآب ہی ہوتے تھے بحال
نالۂ زاغ و زغن پر تھے فدا
سیرِ و انگوزہ کی بُو پر تھے نثار
پرنیاں جانتے تھے کمبل کو
اوپری تھی نہ سُنی بات کبھی
ہم بسر کرتے تھے جس عالم میں
رُخ ہوا کا نہ بدلتا تھا کبھی
ایک ہی فصل پہ تھا دار و مدار
ایک سے رہتے تھے دن رات سدا
تھی سمجھ پیر و جواں کی یکساں
رکھتے تھے ایک سبق از بر یاد
واں نہ تھی حد بلوغِ صبیاں
نئی بولی کا وہاں صرف نہ تھا
تھے خدا کے وہی ننانویں نام
اہل دولت کی نہ تھی عام عطا
تھا نہ دینداروں کو غیروں سے لگاؤ
وخوے غیروں کے تھے سب بے صرفہ
راستی کا تھا نہ غیروں پہ گماں
تھی عناصر میں نہ وہاں آگ نہ باد
حِسّ و حرکت کے کوئی پاس نہ تھا
تھی درختوں کو نہ وہاں نشو ونما
گل شگفتہ تھے نہ پودے شاداب
وہی مرغوب تھی وہاں پوششِ تن
تھے پسندیدہ اُسی شان کے گھر
اُسی انداز کے چلتے تھے جہاز
تھی اُسی نسخے پہ موقوف شفا
ٹوٹکے تھتی تھی نہ وہاں رائے قدیم

کبھی گلشن کی نہ دیکھی تھی بہار
کہ نہ چکھا تھا کبھی آبِ زلال
نہ سُنی تھی کبھی بلبل کی صدا
کہ نہ برتا تھا کبھی مشک تتار
کہ نہ برتا تھا کبھی مخمل کو
بدلے دیکھے تھے نہ ذرات کبھی
وہاں سماں ایک تھا ہر موسم میں
موسم آ کر نہ نکلتا تھا کبھی
واں خزاں جا کے نہ آتی تھی بہار
آسماں کو تھی نہ گردش اصلا
عقل تھی خورد و کلاں کی یکساں
مبتدی منتہی شاگرد استاد
پیر بالغ تھے نہ بالغ تھے جواں
تمیتیں حرفوں کے سوا حرف نہ تھا
اور لینا تھا وہاں نام حرام
ایک ہی سمت برستی تھی گھٹا
ایک ہی سمت تھا رحمت کا جھکاؤ
فیصلے ہوتے تھے نت یک طرفہ
حق نہ دائر تھا فریقین میں وہاں
خلق سے ایک موئی تھی تھی مراد
وہاں کا حیواں بھی حساس نہ تھا
چلنے پاتی تھی نہ گلشن میں صبا
وہاں زمانہ پہ نہ آتھا شباب
جس سے آدم نے چھپایا تھا بدن
کی تھی حوا نے جہاں عمر بسر
کشتی نوح کا تھا جو انداز
جو تھا بقراط نے ترکیب دیا
تھا اسی نسخہ گئے جو اگلے حکیم

وہاں کسی طرح نہ ممکن تھا خلا
گھوڑے دوڑائے تھے اگلوں نے جہاں
کی تھی جس جا قدما نے منزل
علم و فن تھے نئے سارے مردود
نئی لذت سے تھی ہر طبع نفور
سب کی گدی پہ لگی تھیں آنکھیں
پیچھے گر دیکھتے تھے ریگستاں
آگے ہوتا تھا اگر چشمۂ آب
روشنی رکھتی تھی اُن سے اَن بَن
تھا لکیر اپنی پہ ایک ایک فقیر
رسم و عادت نہ بدلتی تھی وہاں
آگ وہاں بجھ کے سلگتی کم تھی
شان میں وہاں نہ سنا تھا حق کی
وضع میں تھا نہ تغیر خو میں
سمجھا جاتا تھا وہ دل بے فرماں
بات مشکل تھی دلوں سے جانی
مجبر کی بات خطا اپنی صواب
چڑھکے گر بحث کو جاتے تھے کہیں
تھی وہاں حق کی یہی تفتیش
اُسی عالم میں پلے تھے ہم بھی
جانتے تھے کہ جہاں میں ہم پہ
حق نے جو ہم پہ کئے ہیں احساں
سب سے ہر بات میں ہم ہیں افضل
اپنے حصے میں ہے ساری تہذیب
جو قدیم اپنا چلن ہے اور چال
ہے بری عیب سے خوراک اپنی
رسم اپنی نہیں بیجا کوئی
آدمیت کے ہمیں ہیں مصداق

وہاں نہ پانی تھا مرکب نہ ہوا
وہی جولانگہ مردم تھی وہاں
بڑھنے پاتے تھے نہ وہاں سے عقل
غیب کے وہاں تھے خزانے محدود
نعمتیں حق کی وہاں تھیں محصور
کچھ نہ آگے نظر آتا تھا انہیں
سوجھتا تھا انہیں وہ آب رواں
وہ سراسر نظر آتا تھا سراب
جیسے خفاش سے سورج کی کرن
دل پہ ہر نقش تھا پتھر کی لکیر
برف جم کر نہ پگھلتی تھی وہاں
اور سلگتی تھی تو لگتی کم تھی
کل یومٍ ھو فی شانٍ کبھی
جائے دل سنگ تھا ہر پہلو میں
مہر جس دل پہ نہ ہوتی تھی وہاں
نقش تھے دل کے خط پیشانی
سب سوالوں کا تھا وہاں ایک جواب
فتح کا پہلے سے ہوتا تھا یقیں
منہ سے جو اپنے نکلے جائے سخن
اُسی سامان کے تھے اندھے ہم بھی
ختم ہیں سارے کمالات بشر
اُن سے محروم ہے نوع انساں
اب نہیں کوئی ترقی کا محل
خانہ پرور ہے ہماری تہذیب
خورده گیری کی نہیں اُس میں مجال
پاک دھبے سے ہے پوشاک اپنی
طور اپنا نہیں بھونڈا کوئی
ہم سے سیکھے کوئی حسن اخلاق

سب سے عالی ہیں خیالات اپنے ۔ سب مسلّم ہیں کمالات اپنے
ہم چلے جاتے ہیں جس رستے پر ۔ واں نہ کھٹکا ہے کہیں کا نہ خطر
تھے سمائے ہوئے جو دل میں خیال ۔ تھا تصور بھی خلاف ان سے محال
جس کو اک بار برا جان لیا ۔ عمر بھر پھر اسے اچھا نہ کہا
ٹوٹتی تھی نہ کبھی اپنی دلیل ۔ وہی دعوے تھا وہی اپنی دلیل
وہم و شک کی کوئی صورت ہی نہ تھی ۔ ہم کو تحقیق کی حاجت ہی نہ تھی
بات ٹھنی تھی نہ بدلی تھی کبھی ۔ رائے ایسی تھی پسند ایسی تھی
ہم سمجھتے تھے نہ سمجھانے سے ۔ اور الجھ جاتے تھے سلجھانے سے
سچ وہی تھا جسے سچ جان لیا ۔ جھوٹ تھا جھوٹ جسے مان لیا
حق و باطل کی یہی تھی میزان ۔ جھوٹ اور سچ کی یہی تھی پہچان
ذات باری کو نہیں جیسے زوال ۔ رائے اپنی بھی بدلنی تھی محال
کوہ ہٹ جائے تو یہ تھا ممکن ۔ ہم نہ ہٹتے تھے جگہ سے لیکن
حسن ظن تھا یہ سمجھ پر اپنی ۔ غلطی کا تھا گمان تک نہ کبھی
تھے لڑکپن کے خیالات تمام ۔ دل میں اترے ہوئے بشکل الہام
دیکھتے سنتے تھے جو اس کے خلاف ۔ نظر آتا تھا وہ سب لاف و گزاف
تھی نئی بات سے یہاں تک نفرت ۔ ہوتی تھی سننے سے پہلے وحشت
بو نئی شے کی جو پا لیتے تھے ۔ ناک بن دیکھے چڑھا لیتے تھے
عقل کی تھیں نہ صلاحیں مقبول ۔ تھی وہ سرکار میں اپنے معزول
عقل پر زور نہ ڈالا تھا کبھی ۔ ہوش ہم نے نہ سنبھالا تھا کبھی
جو کہ تھا اپنی کتابوں میں لکھا ۔ کوئی حرف ان میں جز الہام نہ تھا
جو کہاوت تھی بزرگوں سے کبھی ۔ تھا وہی فلسفہ اور علم وہی
تھا لباسوں میں لباس اپنا لباس ۔ اور سب سوختنی بے وسواس
تھی زبان اپنی زبان پاکاں ۔ ماسوا اہل جہنم کی زبان
جلوۂ دہر سے باقی تھا نہ ہوش ۔ تھے نشہ میں یہ خودی کے مدہوش
کان میں پڑتی تھی جب بات نئی ۔ غیر ہو جاتی تھی حالت دل کی
خرق عادت بھی اگر دیکھتے تھے ۔ آنکھ اٹھا کر نہ ادھر دیکھتے تھے
نئی آواز سے چونک اٹھتے تھے ۔ اوپری شکل پہ بھونک اٹھتے تھے
ساری دنیا سے نرالا تھا مذاق ۔ ہم کو تھا زہر بھی اپنا تریاق

اپنی حجت کو قوی جانتے تھے — بات ہر پھر کے وہی مانتے تھے
تھا نہ قصدِ حق و باطل مطلق — جو پڑھا تھا وہی ازبر تھا سبق
خصم سے بحث اگر کرتے تھے — حق سے ہم قطع نظر کرتے تھے
کاٹ دی خصم نے جو بات کہی — بحث و تکرار کی غایت تھی یہی
خصم کی بات کو کرنا تسلیم — اپنے نزدیک ہزیمت تھی عظیم
جی کا خطرہ جو کبھی آتا تھا — نفس آپ اپنے کو جھٹلاتا تھا
دشمنی کے یہی معنے تھے کہ جو — ہم کہیں بات وہ تسلیم نہ ہو
ہم اندھیرے کو اگر کہتے تھے نور — دوستوں کو بھی کہنا تھا ضرور
گر خلاف اپنے کوئی بول اٹھا — اس سے بڑھ کر کوئی بدخواہ نہ تھا
ذکر غیروں کا نہ تھا بے نفریں — کوئی مردود تھا اور کوئی لعین
غیر کے واسطے تھی نارِ سعیر — باغِ فردوس تھی اپنی جاگیر
اور تھے حرص و ہوا کے بندے — ہم تھے مخصوص خدا کے بندے
بخششیں ختم تھیں ساری ہم پر — وقف تھی رحمتِ باری ہم پر
نیک اعمال تھے غیروں کے تباہ — اور مغفور تھے سب اپنے گناہ
عین تحقیق تھی اپنی تقلید — شرک اپنا تھا سراسر توحید
تھا بدی کا نہ گناہ کا کچھ ڈر — پاس ایسی کوئی رکھتے تھے سپر
سب دعاگو تھے ہمارے ملکوت — تھے ہمیں آدم و حوا کے سپوت
حوضِ کوثر پہ تھا قبضہ اپنا — سلسبیل اپنی تھی طوبےٰ اپنا
اپنی ظلمت تھی سراسر تنویر — اپنے اندھوں کو بھی کہتے تھے بصیر
رکھتے جنت میں نہ تھے ہم ساجھی — غیر ناری تھے سب اور ہم ناجی
تھے قضا اور قدر کے مالک — ہم تھے اللہ کے گھر کے مالک

عصبیت میں رہے جب تک چُور — کھینچتے یونہی رہے آپ کو دور
نظر آتا تھا نہ کچھ پست و بلند — تھے ہم ایک کلبۂ تاریک میں بند
دی جب انصاف نے دستک آ کر — حجرۂ تنگ سے نکلے باہر
جادۂ علم و یقیں کو دیکھا — آسمان اور زمیں کو دیکھا
صبحِ حقیقت نے دکھایا ہر سو — چاندنا سا نظر آیا ہر سو
کی تعصب سے جو ہیں قطع نظر — ہوا ایک اور ہی عالم میں گذر

علم پر تھا نہ جہاں کوئی حجاب — دھوکا پانی کا نہ دیتا تھا سراب
جھوٹ سے سچ نکھر آتا تھا الگ — دودھ سے پانی نظر آتا تھا الگ
نکتہ چیں یار تھے واں یار کے — قدرداں غیر تھے اغیار کے
دور بیگانہ نہ تھا خویش سے واں — خویش اول تھا نہ درویش سے واں
عیب سب گنتے تھے اپنے خوش خوش — دوغ واں اپنی بھی ہوتی تھی ترش
تھی نجس کوئی نہ انساں کی زباں — "گاڈ" بھی کہتے تھے اللہ کو وہاں
حق کی پہچان بے اخلاص نہ تھی — حق کی پرستش کوئی واں خاص نہ تھی
ساتھ اغیار کے کھاتے تھے اگر — کبھی ایمان کا نہ ہوتا تھا ضرر
صلحا ملب جہلا نے تھے وہاں — اتقیا میز پہ کھاتے تھے وہاں
نہ سمجھتا تھا وہاں کوئی بشر — آپ کو نوع بشر سے بہتر
بھائی انساں تھے سب انسانوں کے — میت ہندو تھے مسلمانوں کے
ایک معدن کے تھے سب لعل و گہر — ایک ڈالی کے تھے سب برگ و ثمر
اشعری معتزلی۔ لامذہب — ایک ماں باپ کی اولاد تھے سب
اپنی ہر رائے پہ کرتا اصرار — کفر واں بس یہی پایا تھا قرار
ہٹ سے باز نہ آتے تھے جو زنہار — تھے وہ بوجہل کی امت میں شمار
پاؤں واں جن کے پھسل جاتے تھے — خود پھسل کر وہ سنبھل جاتے تھے
ٹیڑھ واں دل کی نکل سکتی تھی — رائے اپنی بھی بدل سکتی تھی
دیکھ حجت کو تو ہی پیر و جواں — بند ہو جاتے تھے بچوں سے وہاں
حق کی آواز جہاں آتی تھی — مت کروڑوں کی بدل جاتی تھی
پاک عقلیں تھیں خطا سے نہ علوم — جز نبی کوئی نہ تھا واں معصوم
غور ہر بات میں کی جاتی تھی — مشورت عقل سے لی جاتی تھی
تھی وہاں عقل معطل نہ حواس — سب قوی کام میں تھے بے وسواس
آنکھ رہ سکتی نہ تھی بن دیکھے — کان سننے سے نہ باز آتے تھے
سوجھتی تھی جو انوکھی کوئی چیز — جا پہنچتی تھی اسے واں چشم تمیز
سنتے تھے بات نرالی جس دم — کستے تھے اس کو محک پر پیہم
کڑوے اور میٹھے کو چکھ لیتے تھے — کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے تھے
پھول ہر خار سے چن لیتے تھے — بھوگ بچوں کی بھی سن لیتے تھے
عادتیں سب کی بدلتی تھیں سدا — ایک اللہ کی عادت کے سوا

عیب جس رسم میں پا لیتے تھے
دل وہیں اُس سے ہٹا لیتے تھے

اُجلی پوشاک جو مل جاتی تھی
مل گئے کپڑوں سے شرم آتی تھی

دیکھ لی جس نے کہ شمع کافور
تھا وہ چھینٹ بھری ڈیوٹ سے نفور

ہاتھ آ جاتا تھا جب مال نیا
پھینک سب دیتے تھے عطا ردوا

گر کے ہو جاتے تھے گھر جبکہ کھنڈر
گھر کی واجب تھی مرمت اُن پر

نت نئی ریت نکلتی تھی وہاں
رُت سماں روز بدلتی تھی وہاں

قافلے چلتے تھے دن رات تمام
کسی منزل پہ نہ کرتے تھے مقام

قبلہ تھا علم الٰہی اُن کا
تھا سفر ناشُتنا ہی اُن کا

تشنۂ علم تھے وہاں سب ایسے
پیاسے پانی کے ہوں طالب جیسے

نہ مجسطی پہ قناعت تھی اُنہیں
نہ اشارات کفالت تھی اُنہیں

عرش تحقیق تھا استھان اُن کا
مصر تیرتھ تھا نہ یونان اُن کا

دیکھا جب عالم انصاف کا رنگ
ہم کو خود آنے لگا آپ سے ننگ

خوبیاں اپنی تھیں جو ذہن نشیں
اُن پہ ہم کرنے لگے خود نفریں

عیب سب اپنے نظر آنے لگے
آپ ہم اپنے سے شرمانے لگے

ہوئی وہ جرم خیالی برہم
تھا طلسمات کا گویا عالم

جس کو سمجھے تھے غلط ہم دریا
ایک وہ ناچیز سا قطرہ نکلا

تھا گیا جس کو یقین چشمۂ آب
وہ نمائش تھی حقیقت میں سراب

قیصر و ایوان کا گماں تھا جن پر
نکلے آخر وہ گڑھے اور کھنڈر

تھا سُبک دانہ خردل سے سوا
کوہ الوند جسے سمجھا تھا

جب ہر ایک قوم کا ساماں دیکھا
ہم نے وہاں آپ کو عریاں دیکھا

نکلے سب ہیچ خیالات اپنے
ٹھہرے سب پوچ کمالات اپنے

آپ کو اونٹ سمجھتا تھا بڑا
نکلا جب تک کسی گھاٹی سے نہ تھا

چوٹیاں آئیں جو پربت کی نظر
پھر اُٹھایا نہ کبھی اونٹ نے سر

بھنگا جب تک رہا گولر میں نہاں
تھا وہی اُسکے تصور میں جہاں

پر وہ گولر سے جو باہر آیا
اپنی ہستی سے بہت شرمایا

پردہ جب تک رہا آنکھوں پہ پڑا
حسن پر اپنے گماں تھے کیا کیا

منہ جب آئینہ میں دیکھا جاکر
ہم کو ایک شکل مہیب آئی نظر

ہوا حیرت سے دگرگوں احوال
دُھنس گئے دیکھ کے اپنے خط و خال

دیکھا جب آپ کو بالکل معیوب / چھپ گئے غیروں کے آنکھوں سے عیوب
یک قلم ہوگئی نخوت کافور / بن گیا رشک ہمارا وہ غرور
ناخنِ فکر نے کی دل میں خراش / عیب جویوں کی لگے کرنے تلاش
جنکے طعنوں کی تھی ہم پر بوچھار / اُنکے ہم دل سے ہوئے شکرگذار
ہم نے جانا کہ یہی ہیں دل سوز / چل رہے تیر ہیں جنکے دل دوز
اُن کا غصہ ہے سراسر رحمت / زہر ہیں انکے بھرا ہے امرت
انہیں بندوں کے ہیں ایماں سچے / یہی کافر ہیں مسلماں پکے
قائم انصاف کا جب ہوگا نشان / ماننے چاہئینگے انہیں کے احسان
بےخبر کب کے پڑے سوتے تھے / انکی آواز سے ہم چونک اُٹھے
ان کے طعنوں نے جگایا ہم کو / زہر نے ان کے جلایا ہم کو
یار و اغیار کے عیب اور ہنر / آشکارا ہوئے ایک ایک ہنر
حق کے جلوے نظر آئے ہر جا / اہلِ باطل میں بھی اک پائی ادا
ظاہر راہ میں باطل کا سراغ / اہلِ حق کو بھی نہ پایا بےداغ
اہلِ تقویٰ کی ریائیں دیکھیں / اہلِ حکمت کی خطائیں دیکھیں
زشتیاں دیکھیں نکوکاروں میں / خوبیاں پائیں گنہگاروں میں
کلب کی پاک سرشتی دیکھی / پائے طاؤس کی زشتی دیکھی
عیب بھی دیکھے ہنر بھی دیکھے / زنار دیکھے تو سبحہ بھی دیکھے
بہتر اغیار میں پائے اکثر / عیب اپنے نظر آئے اکثر
دفترِ علم کو ابتر پایا / علم کو جہل سے بدتر پایا
مجلسیں غیبت و بہتان سے پُر / صحبتیں جھوٹ سے طوفان سے پُر
منقطع بھائی کی بھائی سے اُمید / اپنا بیگانہ لہو سب کے سفید
پاک بندوں کی زباں پر دشنام / نہ ثقات اِس سے بری اور نہ کرام
فقرا مکر و ریا کے پُتلے / اغنیا حرص و ہوا کے پُتلے
شیخ عیار تو زاہد پُرفن / مولوی عقل کے سارے دشمن
پیاز کی طرح نرے پوست ہی پوست / قوم کے دوست مگر ناداں دوست

حالت القصہ جو دیکھی اپنی
کوئی کل پائی نہ سیدھی اپنی

سارے آوے کو ٹٹولا جا کر
کوئی برتن نہ سڈول آیا نظر

پایا اک دین کا محکم قانون
وہ بھی یاروں کی بدولت مطعون

دیکھی آنکھوں نے جو یہ حالت زار
جی ٹھہر آیا نہ رہا صبر و قرار

گو نہ تھا تلخ نوائی کا محل
آہیں دو چار گئیں دل سے نکل

تلخ گذرے جو کسی کو یہ صدا
حق ہیں تلخی کے سوا اور ہے کیا

مثنوی
حب وطن

اے سپہر بریں کے سیارو
اے فضائے زمیں کے گلزارو

اے پہاڑوں کی دلفریب فضا
اے لب جو کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا

اے عنادل کی نغمۂ سحری
اے شب ماہتاب تاروں بھری

اے نسیم بہار کے جھونکو
دہر ناپائدار کے دھوکو

تم ہر اک حال میں ہو یوں تو عزیز
تھے وطن میں مگر کچھ اور ہی چیز

جب وطن میں ہمارا تھا رہنا
تم سے دل باغ باغ تھا اپنا

تم مری دل لگی کے ساماں تھے
تم مرے درد دل کے درماں تھے

تم سے کٹتا تھا رنج تنہائی
تم سے پاتا تھا دل شکیبائی

آن اک اک تمہاری بھاتی تھی
جو ادا تھی وہ جی لبھاتی تھی

کرتے تھے جب تم اپنی غمخواری
دھوئی جاتی تھیں کلفتیں ساری

جب ہوا کھانے باغ جاتے تھے
ہو کے خوش حال گھر میں آتے تھے

بیٹھ جاتے تھے جب کبھی لب آب
دھو کے اٹھتے تھے دل کے داغ شتاب

کوہ و صحرا و آسمان و زمیں
سب مری دل لگی کی شکلیں تھیں

پر۔ چھٹا جب سے اپنا ملک و دیار — جی ہوا تم سے خود بخود بیزار
نہ گلوں کی ادا خوش آتی ہے — نہ صدا بلبلوں کی بھاتی ہے
سیرِ گلشن ہے جی کا اک جنجال — شبِ ماہتاب جان کو ہے وبال
کوہ و صحرا سے تا لبِ دریا — جس طرف جائیں جی نہیں لگتا
کیا ہوئے وہ دن اور وہ راتیں — تم میں اگلی سی اب نہیں باتیں
ہم ہی غربت میں ہو گئے کچھ اور — یا تمہارے ہی کچھ بدل گئے طور

گو وہی ہم ہیں اور وہی دُنیا
پر نہیں ہم کو لطف دُنیا کا

اے وطن اے مرے بہشتِ بریں — کیا ہوئے تیرے آسمان و زمیں
رات اور دن کا وہ سماں نہ رہا — وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا
تیری دوری ہے مورِدِ آلام — تیرے چھُٹنے سے چھُٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے — گُل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے
مِٹ گیا نقش کامرانی کا — تجھ سے تھا لطف زندگانی کا
جو کہ رہتے ہیں تجھ سے دُور سدا — اُن کو کیا ہوگا زندگی کا مزا
ہو گیا یاں تو دو ہی دن میں یہ حال — تجھ بن ایک ایک پل ہے ایک اک سال
سچ بتا تو سبھی کو بھاتا ہے — تا کہ مجھ سے ہی تیرا ناتا ہے
میں ہی کرتا ہوں تجھ پہ جان نثار — یا کہ دنیا ہے تیری عاشق زار
کیا زمانہ کو تو عزیز نہیں — اے وطن تو تو ایسی چیز نہیں
جِنّ و انسان کی حیات ہے تو — مرغ و ماہی کی کائنات ہے تو
ہے نباتات کو نمو تجھ سے — روکھ تجھ بِن ہرے نہیں ہوتے
سب کو ہوتا ہے تجھ سے نشو و نما — سب کو بھاتی ہے تیری آب و ہوا
تیری اِک مشتِ خاک کے بدلے — لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

جان جب تک نہ ہو بدن سے جُدا
کوئی دشمن نہ ہو وطن سے جُدا

حملہ جب قوم آریا نے کیا — اور بجا اُن کا ہند میں ڈنکا

ملک والے بہت سے کام آئے
جو بچے وہ غلام کہلائے
شُدّر کہلائے راکھشس کہلائے
رنج پردیس کے مگر نہ اُٹھائے

گو غلامی کا لگ گیا دھبّا
نہ چھٹا اُن سے دیس پر نہ چھٹا

قدر اے دل وطن میں رہنے کی
پوچھے پردیسیوں کے جی سے کوئی
جب ملا رام چندر کو بن باس
اور نکلا وطن سے ہو کے اُداس
باپ کا حکم رکھ لیا سر پر
پر چلا ساتھ لے کے داغ جگر
پاؤں اُٹھتا تھا اُس کا بن کی طرف
اور کھنچتا تھا دل وطن کی طرف
گذرے غربت میں اسقدر مہ و سال
پر نہ بھولا اجُدّھیا کا خیال
دیس کو بن میں جی بھٹکتا رہا
دل میں کانٹا سا اک کھٹکتا رہا
تیر اک دل میں آکے لگتا تھا
آتی تھی جب اجُدّھیا کی ہوا

کٹتے چودہ برس ہوئے تھے محال
گویا ایک ایک جُگ تھا ایک اِک سال

ہوئے یثرب کی سمت جب راہی
سیّد اَلبطحیٰ کے ہمراہی
رشتے اُلفت کے سارے توڑ چلے
اور بالکل وطن کو چھوڑ چلے
گو وطن سے چلے تھے ہو کے خفا
پر وطن میں تھا سب کا جی اٹکا
دل لگی کے بہت ملے ساماں
پر نہ بھولے وطن کے ریگستان
دل میں آٹھوں پہر کھٹکتے تھے
سنگریزے زمین بطحا کے

گھر جفاؤں سے جن کی چھوٹا تھا
دل سے رشتہ نہ اُن کا ٹوٹا تھا

ہوئیں یوسف کی سختیاں جب دور
اور ہوا ملک مصر پر مامور
مصر میں چار سو تھا حکم رواں
آنکھ تھی جانب وطن نگراں
یادِ کنعاں جب اُس کو آتی تھی
سلطنت ساری بھول جاتی تھی
دُکھ اُٹھائے تھے جس وطن میں سخت
تاج بھاتا تھا اُس بغیر نہ تخت

جن سے دیکھی تھی سخت بے مہری
لو تھی اُن بھائیوں کی دل کو لگی

ہم بھی حبِ وطن میں گو ہیں غرق
ہم ہیں کیا اور اُن میں ہے مگر یہ فرق

ہم ہیں نام وطن کے دیوانے
وہ تھے اہلِ وطن کے پروانے

جس نے یوسف کی داستاں ہو سُنی
جانتا ہوگا روئداد اُس کی

مصر میں قحط جب پڑا آکر
اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کردیا اُن پہ وقف بیت المال
لب تک آنے دیا نہ حرفِ سوال

کھتیاں اور کوٹھے کھول دیئے
غلے سارے ذخیرے تول دیئے

قافلے خالی ہاتھ آتے تھے
اور بھر بھر یہاں سے جاتے تھے

یوں گئے قحط کے وہ سال گزر
جیسے بچوں کی بھوک وقتِ سحر

اے دل اے بندۂ وطن ہشیار
خواب غفلت سے ہو ذرا بیدار

او شرابِ خودی کے متوالے
گھر کی چوکھٹ کے چومنے والے

نام ہے کیا اسی کا حُبِ وطن
جس کی تجھ کو لگی ہوئی ہے لگن

کبھی بچوں کا دھیان آتا ہے
کبھی یاروں کا غم ستاتا ہے

یاد آتا ہے اپنا شہر کبھی
تو کبھی اہلِ شہر کی ہے لگی

نقش ہے دل پہ کوچہ و بازار
پھرتے آنکھوں میں ہیں در و دیوار

کیا وطن کی یہی محبت ہے
پوچھی انست میں کوئی اُلفت ہے؟

اس میں انساں سے کم نہیں ہیں سمند
اس سے خالی نہیں چرند و پرند

دکھڑے ہوتے ہیں سنگ غربت میں
سب کے جاتے ہیں دکھ فرقت میں

جا کے کابل میں آم کا پودا
کبھی پروان چڑھ نہیں سکتا

آکے کابل سے یہاں بہی و انار
ہو نہیں سکتے بارور زنہار

مچھلی جب چھوٹتی ہے پانی سے
ہاتھ دھوتی ہے زندگانی سے

آگ سے جب ہوا سمندر دور
اس کو جینے کا پھر نہیں مقدور

گھوڑے جب کھیت سے بچھڑتے ہیں
جان کے لالے اُن کی پڑتے ہیں

گائے یا بھینس بھیڑ یا بکری
اپنے اپنے ٹھکانے خوش ہیں سبھی

کہتے حبِ وطن اسی کو اگر
ہم سے حیواں نہیں ہیں کچھ کمتر

ہے کوئی اپنی قوم کا ہمدرد — نوعِ انساں کا جس کو سمجھیں فرد
جس پہ اطلاق آدمی ہو صحیح — جس کو حیواں پہ دے سکیں ترجیح
قوم پر کوئی زد نہ دیکھ سکے — قوم کا حال بد نہ دیکھ سکے
قوم سے جان تک عزیز نہ ہو — قوم سے بڑھ کے کوئی چیز نہ ہو
سمجھے اُن کی خوشی کو راحتِ جاں — واں جو نوروز ہو تو عید یہاں
رنج کو اُن کے سمجھے مایۂ غم — واں اگر سوگ ہو تو یہاں ماتم
بھول جائے سب اپنی قدرِ جلیل — دیکھ کر بھائیوں کو خوار و ذلیل
جب پڑے اُن پہ گردشِ افلاک — اپنی آسائشوں پہ ڈال دے خاک

بیٹھے بے فکر کیا ہو ہم وطنو — اُٹھو اہلِ وطن کے دوست بنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ — ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ
جب کوئی زندگی کا لطف اُٹھاؤ — دل کو دکھ بھائیوں کے یاد دلاؤ
پہنو جب کوئی عمدہ تم پوشاک — کرو دامن سے تا گریباں چاک
کھانا کھاؤ تو جی میں تم شرماؤ — ٹھنڈا پانی پیو تو اشک بہاؤ
کتنے بھائی تمہارے ہیں نادار — زندگی سے ہے جن کا دل بیزار
نوکروں کی تمہارے جو ہے غذا — اُن کو وہ خواب میں نہیں ملتا
جس پہ تم جوتیوں سے پھرتے ہو — واں مُیسّر نہیں وہ اوڑھنے کو
کھاؤ تو پہلے لو خبر اُن کی — جن پہ بپتا ہے نیستی کی پڑی
پہنو تو پہلے بھائیوں کو پہناؤ — کہ ہے اُترن تمہاری جن کا بناؤ
ایک ڈالی کے سب ہیں برگ و ثمر — ہے کوئی اُن میں خشک اور کوئی تر
سب کو ہے ایک اصل سے پیوند — کوئی آزردہ ہے کوئی خرسند
منچلو! مدبروں کو یاد کرو — خوش دل غم زدوں کو شاد کرو
جاگنے والو غافلوں کو جگاؤ — تیرنے والو ڈوبتوں کو تراؤ
ہیں ملے تم کو چشم و گوش اگر — لو جو لی جائے کور و کر کی خبر
تم اگر ہاتھ پاؤں رکھتے ہو — لنگڑے لولوں کو کچھ سہارا دو

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ — رنج بیمار بھائیوں کو بٹاؤ
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر — نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر
ہو مسلمان اس میں یا ہندو — بدھ مذہب ہو یا کہ ہو برہمو
جعفری ہووے یا کہ ہو حنفی — جین مت ہوئے یا ہو بیشنوی
سب کو میٹھی نگاہ سے دیکھو — سمجھو آنکھوں کی پتلیاں سب کو
ملک ہیں اتفاق سے آزاد — شہر ہیں اتفاق سے آباد
ہند میں اتفاق ہوتا اگر — کھاتے غیروں کی ٹھوکریں کیونکر
قوم جب اتفاق کھو بیٹھی — اپنی پونجی سے ہاتھ دھو بیٹھی
ایک کا ایک ہوگیا بدخواہ — لگی غیروں کی پڑنے تم پہ نگاہ
پھر گئے بھائیوں سے جب بھائی — جو نہ آئی تھی وہ بلا آئی
پاؤں اقبال کے اکھڑنے لگے — ملک پر سب کے ہاتھ پڑنے لگے
کبھی تورانیوں نے گھر لوٹا — کبھی دُرّانیوں نے زر لوٹا
کبھی نادر نے قتل عام کیا — کبھی محمود نے غلام کیا
سب سے آخر کو لے گئی بازی — ایک شائستہ قوم مغرب کی
یہ بھی تم پر خدا کا تھا انعام — کہ پڑا تم کو ایسی قوم سے کام
ورنہ دم مارنے نہ پاتے تم — پڑتی جو سر پہ وہ اٹھاتے تم

ملک روندے گئے ہیں پیروں سے
چین کس کو ملا ہے غیروں سے

قوم سے جو تمہارے ہیں برتاؤ — سوچو اے میرے پیارو اور شرماؤ
اہل دولت کو ہے یہ استغنا — کہ نہیں بھائیوں کی کچھ پروا
شہر میں قحط کی دُہائی ہے — جان عالم لبوں پہ آئی ہے
بھوک میں ہے کوئی نڈھال پڑا — موت کی مانگتا ہے کوئی دُعا
بچے اک گھر میں بلبلاتے ہیں — رو کے ماں باپ کو رُلاتے ہیں
کوئی پھرتا ہے مانگتا دَر دَر — ہے کہیں پیٹ سے بندھا پتھر
پر جو ہیں اُن میں صاحب مقدور — اُن میں گنتی کے ہونگے ایسے غیور

کہ جنہیں بھائیوں کا غم ہوگا — اپنی راحت کا دھیان کم ہوگا
جتنے دیکھو گے پاؤ گے بیدرد — دل کے نامرد اور نام کے مرد
عیش میں جنکے کٹتے ہیں اوقات — عید ہے دن تو شبرات ہے رات
قوم مرتی ہے بھوک سے تو مرے — کام اُنہیں اپنے حلوے مانڈے سے
ان کو اب تک خبر نہیں اصلا — شہر میں بھاؤ کیا ہے غلّہ کا
غلہ ارزاں ہے ان دنوں کہ گراں — کال ہے شہر میں پڑا کہ سماں
کال کیا شے ہے کسکو کہتے ہیں بھوک — بھوک میں کیونکہ مرتے ہیں مفلوک

سیر بھوکے کی قدر کیا سمجھے
اُس کے نزدیک سب ہیں پیٹ بھرے

اہل دولت کا سُن چکے تم حال — اب سنو روئداد اہل کمال
فاضلوں کو ہے فاضلوں سے عناد — پنڈتوں میں ہیں پڑے ہوئی ہیں فساد
ہے طبیبوں میں نوک جھوک سدا — ایک سے ایک کا ہے تھوک جُدا
رہتے دو اہل علم ہیں اس طرح — پہلوانوں میں لاگ ہو جس طرح
عیدو[1] والوں کا ہے اگر بیٹھا — شیخو والوں میں جا نہیں سکتا
شاعروں میں بھی ہے یہی تکرار — خوشنویسوں کو ہے یہی آزار
لاکھ نیکوں کا کیوں نہ ہو اک نیک — دیکھ سکتا نہیں ہے ایک کو ایک
اس پہ طرہ یہ ہے کہ اہل ہنر — دُور سمجھے ہوئے ہیں اپنا گھر
ملی اک گا منجھ جس کو ہلدی کی — اُس نے سمجھا کہ میں ہوں پنساری
نسخہ اک طب کا جس کو آتا ہے — سگے بھائی سے وہ چھپاتا ہے
جس کو آتا ہے پھونکنا کُشتہ — ہے ہماری طرف سے وہ گونگا
جس کو ہے کچھ رمل میں معلومات — وہ نہیں کرتا سیدھے منہ سے بات
باپ بھائی ہو یا کہ ہو بیٹا — بھید پاتا نہیں منجّم کا
کام کندے کا جس کو ہے معلوم — ہے زمانہ میں اُس کے بخل کی دھوم

[1] عیدو والے اور شیخو والے پہلوانوں کے دو مقابل گروہ دہلی میں تھے۔ جن میں سے ایک کے سرگروہ اور اُستاد کا نام عیدو اور دوسرے کا شیخو تھا ۱۲

الغرض جس کے پاس ہے کچھ چیز — جان سے بھی سوا ہے اس کو عزیز
قوم پر ان کا کچھ نہیں احساں — ان کا ہونا نہ ہونا ہے یکساں
سب کمالات اور ہنر ان کے — قبر میں ان کے ساتھ جائیں گے
قوم کیا کہہ کے ان کو روئے گی — نام پر کیونکہ جان کھوئے گی
تربیت یافتہ ہیں جو یہاں کے — خواہ بی اے ہوں اس میں یا ایم اے
بھرتے حب وطن کا گو دم ہیں — پر محبت وطن بہت کم ہیں
قوم کو ان سے جو امیدیں تھیں — اب جو دیکھا تو سب غلط نکلیں
ہسٹری ان کی اور جغرافی — سات پردوں میں منہ دیئے ہیں پڑی
بند اس قفل میں ہے علم ان کا — جس کی کنجی کا کچھ نہیں ہے پتا
لیتے ہیں اپنے دل ہی دل میں مزے — گویا گونگے کا گڑ ہیں کھائے ہوئے
کرتے پھرتے ہیں سیر گل تنہا — کوئی پاس ان کے جا نہیں سکتا
اہل انصاف شرم کی جا ہے — گر نہیں بخل یہ تو پھر کیا ہے
تم نے دیکھا ہے جو وہ سب کو دکھاؤ — تم نے چکھا ہے جو وہ سب کو چکھاؤ
یہ جو دولت تمہارے پاس ہے آج — ہم وطن اس کے ہیں بہت محتاج
منہ کو ایک ایک تمہارے ہے تکتا — کہ نکلتا ہے منہ سے آپ کے کیا
آپ سن لیتے ہیں تو اپنے لئے — کچھ سلوک اپنی قوم سے بھی کئے!
ہنر کرسی اگر لگاتے ہیں آپ — قوم سے پوچھئے تو پن ہے نہ پاپ
منڈا جوتا گر آپ کو ہے پسند — قوم کو اس سے فائدہ نہ گزند
قوم پر کرتے ہو اگر احساں — تو رکھو کچھ اپنا جوش نہاں
کچھ دنوں عیش میں خلل ڈالو — پیٹ میں جو ہے سب اگل ڈالو
علم کو کر دو کو بکو ارزاں — ہند کو کر دکھاؤ انگلستاں
سنتے ہو اے امیران باتمکین — سنتے ہو حاضرین صدر نشین
جو ہیں دنیا میں قوم کے ہمدرد — بندۂ قوم ان کے ہیں زن و مرد
باپ کی ہے دعا یہ بہر پسر — قوم کی میں بناؤں اس کو سپر
ماں خدا سے یہ مانگتی ہے مراد — قوم پر سے نثار ہو اولاد

بھائی آپس میں کرتے ہیں پیمان ۔ تو اگر مال دے تو میں دوں جان
اہل ہمت کما کے لاتے ہیں ۔ ہموطن فائدے اٹھاتے ہیں
کہیں ہوتے ہیں مدرسے جاری ۔ دخل اور خرچ جن کے ہیں بھاری
اور کہیں ہوتے ہیں کلب قائم ۔ مبحثِ حکمت و ادب قائم
نت نئے کھلتے ہیں دواخانے ۔ بنتے ہیں سیکڑوں شفاخانے
ملک میں جو مرض ہیں عالمگیر ۔ قوم پر اُن کی فرض ہے تدبیر
ہیں سدا اس اُدھیڑبن میں طبیب ۔ کہ کوئی نسخہ ہات آئے عجیب
قوم کو پہنچے منفعت جس سے ۔ ملک میں پھیلیں فائدے جس کے
رسمِ بد کا اثر جہاں پایا ۔ حملہ یہ جملہ اُس پہ ہونے لگا
کہیں مجلس میں ہوتی ہے تقریر ۔ کہیں مضمون ہوتے ہیں تحریر
ایک ناٹک بنا کے لاتا ہے ۔ دوسرا اُس کو کر دکھاتا ہے
لاکھ تدبیریں جی سے جوڑتے ہیں ۔ آخر اُس کو مٹا کے چھوڑتے ہیں
قوم کی خاطر اُن کے ہیں سب کام ۔ خواہ اِس میں سفر ہو خواہ مقام
سیکڑوں گلرخ اور مہ پارے ۔ لاڈلے ماں کے باپ کے پیارے
جان اپنی لئے ہتھیلی پر ۔ گرتے پھرتے ہیں بحر و بر کے سفر
شوق یہ ہے کہ جان جائے تو جائے ۔ پر کوئی بات کام کی ہاتھ آئے
جس سے مشکل ہو کوئی قوم کی حل ۔ ملک کا آئے کوئی کام نکل
کھپ گئے کتنے بن کے جھاڑوں میں ۔ مر گئے سیکڑوں پہاڑوں میں
لکھے جب تک جتنے سفرنامے ۔ چل دئے ہاتھ میں قلم تھامے
گو سفر میں اُٹھائے رنج کمال ۔ کر دیا پر وطن کو اپنے نہال
ہیں اب اُن کے گو وہ حُبِّ وطن ۔ در و دیوار پیرس و لندن
کہیے دنیا کا جس کو باغِ جناں ۔ ہے فرانس آج یا ہے انگلستان
کام ہیں سب بشر کے ہموطنو ۔ تم سے بھی ہو سکیں جو مرد بنو
چھوڑو افسردگی کو جوش میں آؤ ۔ بس بہت سوئے اُٹھو ہوش میں آؤ
قافلے تم سے بڑھ گئے کوسوں ۔ رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیوں

قافلوں سے اگر ملا چاہو
ملک اور قوم کا بھلا چاہو
گر رہا چاہتے ہو عزت سے
بھائیوں کو نکالو ذلت سے
اُن کی عزت تمہاری عزت ہے
اُن کی ذلت تمہاری ذلت ہے
قوم کا مبتذل ہے جو انساں
بے حقیقت ہے گرچہ ہے سلطان
قوم دنیا میں جس کی ہے ممتاز
ہے فقیری میں بھی وہ با اعزاز
عزتِ قوم چاہتے ہو اگر
جا کے پھیلاؤ اُن میں علم و ہنر
ذات کا فخر اور نسب کا غرور
اُٹھ گئے اب جہاں سے یہ دستور
اب نہ سیّد کا افتخار صحیح
نہ برہمن کو (شُدر) پر ترجیح
ہوئی ترکی تمام خانوں کی
کٹ گئی جڑ سے خاندانوں کی
قوم کی عزت اب ہنر سے ہے
علم سے یا کہ سیم و زر سے ہے
کوئی دن میں وہ دور آئیگا
بے ہنر بھیک تک نہ پائیگا
نہ رہینگے سدا یہی دن رات
یاد رکھنا ہماری آج کی بات

گر نہیں سنتے قول حالی کا
پھر نہ کہنا کہ کوئی کہتا تھا

ترکیب بند
مسلمانوں کی تعلیم

زمانہ[1] و برسی چلا رہا ہے اے مسلمانوں
کہ ہے گردش میں میری غیب کی آواز پہچانوں
سُنی ہوں گر نہ معنی لا تسبوا اللہ ھو کے تم نے
تو اب سُن لو کہ ہوں میں شان رحمانی مجھو مانوں
وہ ناصح اور ہو نگی جنکا کہنا ٹل بھی جاتا ہے
اگر میری بھی نہ مانوگی تو پچھتاؤ گے نادانوں
میری بازی کا منصوبہ گیا کب کا پلٹ یارو
خبر تمکو بھی ہے کچھ؟ اے میری چالوں سے بیگانوں
گئی وہ دن کہ لفریں کرتے تھے دیندار دنیا پر
بقائے دین و ملت منحصر دنیا پہ اب جانوں

[1] یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جسکے الفاظ یہ ہیں لا تسبوا الدہر فان الدہر ہو اللہ یعنی زمانے کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ بھی ایک [illegible]

گئے وہ دن کہ ثروت باپ دادا چھوڑ جاتے تھے
گئے وہ دن کہ لاکھوں بے ہنر یہاں عیش کرتے تھے
مٹی ہو جس ہنر اور فن پہ تم وہ مٹنے والے ہیں
پھر آچکے ہو جس گھر کو نہیں دیار وہاں کوئی

بس اب ثروت ہی ہے مزدوروں کا حصہ تن آسانوں
ہوا ہے بے ہنر جینا بھی اب مشکل میری جانوں
یہ سودا کب تک ای شمع سحر گاہی کے پروانوں
کہاں بیٹھے ہو تم ای خانۂ ویراں کے دربانوں

نصیحت میری مانو اب بھی اپنی ہٹ سے باز آؤ
پھری جس وقت دیکھو میری چتون تم بھی پھر جاؤ

گیا دورہ حکومت کا بس اب حکمت کی ہے باری
جنہیں دنیا میں رہنا ہے رہے معلوم یہ اُن کو
ضرورت علم و دانش کی ہے ہر فن اور صناعت میں
جہاں علم تجارت میں نہ ماہر ہونگے سوداگر
نہ ہونگی پسند ان نوکروں کی خدمت و طاعت
اگر چاہینگے کرنی آدمی گھوڑوں کی سائیسی
نہ منشی جاہل علم سے ہیں اب نہ باورچی
یقیں جانو کہ آئندہ ملیگی درس گاہوں میں
کوئی پیشہ نہیں اب معتبر بے تربیت ہرگز

جہاں ہیں چار سو علم و عمل کی ہے عملداری
کہ ہیں اب جہل و نادانی کے معنی ذلت و خواری
نہ چل سکتی ہے اب بے علم نجاری و معماری
تجارت کی نہ ہوگی تا قیامت گرم بازاری
جنہیں پائینگے آغاز پر تعلیم سے عاری
تو دینا ہوگا اُن کو امتحان علم بیطاری
ہوا ہے مدرسوں سے مطبخوں تک فلسفہ جاری
گر آٹا پیسنے کو چاہئے گی اک پسنہاری
نہ فصادی نہ جراحی نہ کحالی نہ عطاری

جہاں تک دیکھئے تعلیم کی فرمانروائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے

گئے وہ دن کہ تھا علم و ہنر انساں کا اک زیور
کوئی بے علم روٹی میسر ہو کر کھا نہیں سکتا
مہندس چاہئیں مزدور اب اور راج اقلیدس
نہ پہنیگا کوئی جاہل کی شاید سی ہوئی جوتی
جہانداری میں آج اک ایک عاقل ہے جم و کسریٰ
گئے وہ دن کہ تھے محدود کام انسان کے سارے
یہ دورہ ہے بنی آدم کی رفتار ترقی کا
کوئی دن میں خسارہ سب پڑھ کر اس کو سمجھیں گے

ہوئی ہے زندگی خود منحصر اب علم و دانش پر
نہ زرگر اور نہ آہن گر نہ بادی گر نہ سوداگر
بس اب دنیا میں بے علموں کا ہے اللہ ہی یاور
بس اب موجی فلاطوں سے ہو نہیں کچھ ہوں تو ہوں کمتر
جہانگیری میں ہے اک ایک سپاہی طغرل و سنجر
برابر تھا بیے کا گھونسلا اور آدمی کا گھر
جو آج اک کام ہے اعلیٰ تو کل ہوگا اس سے اعلیٰ تر
کہ وہ دن آدمی ٹھہرا ہے یاں ایک حالت پر

نہ تھا غیر از ترقی فرق کچھ انسان و حیواں میں
دیا ہے امتیاز انساں کو یہ تعلیم نے آکر

زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دوں گا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام اُن کا مٹا دوں گا

ہمارے شکر سے اے قوم احساں اسکا بالا ہے
کہ جس نے قوم کی تعلیم کا یاں ڈول ڈالا ہے

خدا کی برکت اور رحمت ہو نازل تجھ پہ اے سید
کہ تو نے بھائیوں کا ڈوبتا بیڑا سنبھالا ہے

خدائی قوم کی تجھ سی ہی گذری ہونگے دنیا میں
کہ دل سوزی کا جنکے آج تو موئیں میں اجالا ہے

بھلائی کا تری احسان مانیں یا نہ مانیں ہم
بھلائی کرنیوالوں کا ہمیشہ بول بالا ہے

کریں کیا گر نہ ابنائے زماں ہوں بدگماں تجھ سے
کہ وہ دردِ دل کی کیفیت سمجھ سے ان کے بالا ہے

نمونہ کوئی ہمدردی کا دیکھا تھا نہ یاروں نے
تری کاموں نے انکو اسلئے حیرت میں ڈالا ہے

کیا ہی کام جو تو نے نہ ڈر انجام سے اُسکے
کہ نیکی کا نشاں قائم خدا خود رکھنے والا ہے

کیا گو تو نے سب کچھ پر بہت کچھ ہے ابھی کرنا
ہے آخر قوم کی تعلیم یا مُنہ کا نوالا ہے

جسے احباب اک قصرِ رفیع الشان سمجھے ہیں
نہ ہو تو اسکا پشتیباں تو اک مکڑی کا جالا ہے

عزیزوں کو خدا وہ نامبارک دن نہ دکھلائے
کہ سایہ تیری ہمدردی کا اُنکے سر سے اٹھ جائے

تیری احسان یہ گر سدا یاد آئینگے اُن کو
کرینگے ذکر ہر مجلس میں اور دہرائینگے اُن کو

تری کوشش پہ تیری زندگی میں جو کہ ہنستے ہیں
نتائج اُسکے تیرے بعد خوں رلوائینگے اُن کو

تری رایوں کو جو منسوب کرتے ہیں ضلالت سے
زمانے کے حوادث جلد تر شرمائیں گے اُن کو

ترے کاموں کو خود رائی پہ جو محمول کرتے ہیں
دل اُنکے کوئی دن جاتا ہے خود جھٹلائینگے اُن کو

اُنہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم دکھلائینگے اُن کو

بہت مشکل ہے جانا مہر تیری قوم کے دل سے
مگر تیری ہی دل کے داغ کچھ شرمائینگے اُن کو

اگر اب بھی کہیں کچھ کچھ دبی چنگاریاں باقی
لگائینگی وہ گھر میں آگ جب سلگائینگے اُن کو

بہت ہیں مدعی ہمدردیِ اسلام کے لیکن
ٹٹولینگے اُنہیں جب یار خالی پائینگے اُن کو

کبھی تسبیح کر اُنکی ملی فرصت وظائف سے
تو تیری خدمتیں اسلام کی گنوائینگے اُن کو

ملا گو قوم سے اب تک نہیں اصلا صلا تجھ کو
نہیں اُمید پر تجھ سی کہ ہو اس کا گلا تجھ کو

جنہوں نے قوم کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے
انہوں نے پھل سدا محنت کا گو دنیا میں پایا ہے

یہ تیری خوش نصیبی تھی کہ ثمرہ تیری کوشش کا
خدا نے زندگانی میں تری تجھ کو دکھایا ہے

بہت جھکڑ چلے اور آئیں اکثر آندھیاں لیکن
[illegible] جو تو نے لگایا ہے

دیا ہی ساتھ کبھی تیرا عزیزوں نے دل و جاں سے
اگر دو چار نے تجھ سے بگڑ کے تیرا دل دکھایا ہے

اِدھر پورب سے پچھم تک اُدھر اُتر سے دکھن تک
مددگار اپنا جس کو شوق سے ڈھونڈا تو نے پایا ہے

اودھ سے سندھ تک کشمیر سے راس کماری تک
دلوں میں تو نے سکہ شہر شہر اپنا بٹھایا ہے

دکن میں تیرے یاور ہیں وہاں ہیں تیرے ساتھی
ترا مداح ملکوں میں ہر اک اپنا پرایا ہے

خصوصاً وہ مبارک خاک جس نے ہند میں اول
ترا کار اسلام کی بھلائی اور اس پر سر جھکایا ہے

خدا کی برکتیں پنجاب پر اور پنجاب والوں پر
جنہوں نے [illegible] تجھ کو آنکھوں پر بٹھایا ہے

جنہوں نے قوم کا ہمدرد دل سے تجھ کو مانا ہے
تری نصرت میں خالص مسلمانی دکھایا ہے

نہ ہو افسردہ دل اور قوم پر فیض اپنا رکھ جاری
کہ اک ہمت سے تیری بندھ رہی ہیں ہمتیں ساری

اکیلے ہیں مگر دل لوگوں کے تو دھارس بندھاتا رہ
امیدیں اُٹھی استقلال سے اپنے بڑھاتا رہ

ہوا پروا ہو پچھوا نہ کر تو اسکی کچھ پروا
لگایا ہے چمن جو تو نے پودا اسمیں لگاتا رہ

امیدیں ہیں بہت وابستہ تیری زندگانی سے
دعائیں قوم کی لے لیکے عمر اپنی بڑھاتا رہ

ابھی سیراب کم ہیں اور بہت ہیں تشنہ لب باقی
سبیل آخر لگائی ہے تو پیاسوں کو پلاتا رہ

نہیں تعلیم بے علمونکی کم احیاء موتے سے
جہاں تک تجھ میں دم باقی ہے مُردوں کو جلاتا رہ

زبانیں تو نے گر اپنی پہ کھلوائی ہیں حق کہ کر
تو خاموشی سے اپنے نکتہ چینوں کو جھکاتا رہ

فرو ہوتی نہیں آتش سے جب آتش بھڑکتی ہے
ہر اک شعلہ کو آب بردباری سے بجھاتا رہ

کیا ہے زندہ قوموں کو سدا قوموں کے کشتوں نے
مہم گر فتح کرنی ہے تو چوٹیں دل پہ کھاتا رہ

شدائد میں تحمل خاص میراث انبیاء کی ہے
جو تو آلِ محمد ہے تو سب صدمے اُٹھاتا رہ

کوئی دن اور اس دار المحن میں رنج سہنا ہے
پھر اس کے بعد تجھ کو زندۂ جاوید رہنا ہے

عزیزو حق کی رحمت ہے یہ پیر ناتواں ہم میں
پھر ایسا پیر ہے ہم میں نہ کوئی نوجواں ہم میں

ہزاروں ہم میں ہونگے بیچلر اور ماسٹر پیدا!
مگر اے قوم پھر یہ صورتیں پیدا کہاں ہم میں

ہو ہم میں قوم کا ہمدرد یہ قدرت خدا کی ہے
نہیں رشتہ کوئی مدت سے باقی درمیاں ہم میں

ہمارے تفرقوں نے کر دیئے تحلیل سب اجزا
نہ پاؤ گے کہیں ترکیب قومی کا نشاں ہم میں

ابھی اُٹھکر فلاحِ قوم پر کوئی کمر باندھے
ہزاروں اس سے ہو جائینگے پیدا بدگماں ہم میں

ابھی سن لیں کسی قومی جماعت میں شکر رنجی
ہزاروں ہونگے یہ بدفال سُنکر شادماں ہم میں

بن آئے قوم کی خدمت تو کیونکر ہم سے بن آئے
نہ دور اندیشیاں ہم میں نہ خیر اندیشیاں ہم میں

اگر بوجھا اس پہیلی کو نہ سید ہم کو بتلاتا
تو اصلاحی اخوت تھی فقط اک چیستاں ہم میں

نہ کی سید کے منصوبوں کی گر تائید یاروں نے
تو پھر ہرگز سنبھلنے کی نہیں تاب و تواں ہم میں

بہت مشکل سے ہاتھ آیا ہے منزل کا نشاں یارو
پہنچنے دو سلامت تا بمنزل کارواں یارو

رہو جیسے رہے ہو قوم کے غمخوار یار ابتک
گرو دُھن لاکھ اُس رستے کو چھوڑی غبار ابتک

جماعت کو تمہاری دیکھتے ہیں لوگ حیرت سے
تمہارے دم سے ہے کچھ قوم کا باقی وقار ابتک

تمہاری کوشش اور ہمت کا چرچا ہے زمانے میں
تمہاری خدمتوں کی قوم ہے منت گذار ابتک

جو کام انجام کرنا ہے تو سید کے رہو حامی
کہ قومی کامیابی کا اسی پر ہے مدار ابتک

وگرنہ دوستو سن لو کہ ہے آپس کی ان بن کا
وہی انجام جو ہوتا رہا ہے آشکار ابتک

پڑے ہیں جابجا بکھرے ہوئے اطراف عالم میں
کھنڈر لاکھوں ہمارے تفرقوں کے یادگار ابتک

ہزاروں باغ ویراں ہو گئے آپس کے جھگڑوں میں
پلٹ کر پھر نہیں آئی جہاں فصلِ بہار ابتک

سفینے غرق لاکھوں کر دیئے بادِ مخالف نے
زمانے کو نہیں معلوم خود جن کا شمار ابتک

نہ سمجھو یہ کہ فارغ ہو گئے ہم خاک میں مل کر
ہماری گھات میں ہے انقلابِ روزگار ابتک

نظر آتا نہیں یاں حملۂ دوراں سے بچنے کو
سوا اک درس گاہِ قوم کے کوئی حصار ابتک

کرو پورا حصارِ قوم کو سر جوڑ کر یارو
ہٹاؤ حملۂ دوراں کو سب جی توڑ کر یارو

یہ دار العلم سدِ راہ آسیبِ زماں ہو گا
اسی دار الشفا میں بختِ پیر اپنا جواں ہو گا

نہیں صورت ابھرنے کی ہماری کوئی پستی سے
اگر ہو گا اسی گھر سے بلند اپنا نشاں ہو گا

کمی نے کر دیا ہے علم کی ہم کو سبک سب سے
اسی پاسنگ سے ہو گا تو یہ پلہ گراں ہو گا

یہ بیت العلم روز افزوں ترقی کا ہے سرچشمہ
اسی چشمہ سے دیکھو گے کہ اک دریا رواں ہو گا

اگر اس آگئی آب و ہوا اس کھیت کی ہم کو — تو جو اُٹھے گا پودا اس زمیں سے آسماں ہوگا
یقیں ہے ٹہنیاں پھیلینگی طوبیٰ سے سوا اسکی — ہمارے واسطے دنیا میں یہ باغِ جناں ہوگا
اگر اسلام میں باقی ہے خصلت حق شناسی کی — تو ایک اک نونہال اس باغ کا خود باغباں ہوگا
جو حق نے عالمِ اسباب دنیا کو بنایا ہے — تو جو نکلے گا یاں سے کامیاب و کامراں ہوگا
بہت مدت سے ہے قحط الرجال اے قوم اُمت میں — اسی کھیتی سے اسمیں جنسِ مردم کا سماں ہوگا
بنا اسلام کی کہتے ہیں یہ تعلیم ڈھاوے گی — نہ ڈھینے دیگا حق۔ اسلام پر گر مہرباں ہوگا
کسوٹی ہے یہ دار العلم اسلامی اخوت کی — ہم اُس سے بدگماں ہونگے جو اس سے بدگماں ہوگا

کبھی یاں آ کے کچھ دیکھا بھی ہے اے نکتہ چیں یارو
بُرا کہنا گھروں میں بیٹھ کر اچھا نہیں یارو

اگر رکھتے ہیں دل پہلو میں آ کر یہ چمن دیکھیں — ریاضِ قوم کا فصلِ خزاں میں بانکپن دیکھیں
وطن کو جو سمجھتے ہیں کہ ہے ترجیح غربت پر — وہ آ کر شامِ غربت بہتر از صبحِ وطن دیکھیں
ہوئے ہیں جمع یاں جو نونہال اطراف سے آ کر — بہم سب کو شریکِ شادی و رنج و محن دیکھیں
محبت انمیں جب دیکھیں تو سمجھیں بھائی ماں جائے — وطن پوچھیں تو ہند و سندھ و پنجاب و دکن دیکھیں
اگر غیبت میں پوچھیں ایک کا حال ایک سے آ کر — تو ہر طفل و جواں میں حفظِ غیب و حسنِ ظن دیکھیں
تکلف سے بری ایک اک کو دیکھیں اور بناوٹ سے — سخن میں راستی دیکھیں بیاں میں سادہ پن دیکھیں
تواضع منعموں کی دیکھیں اور غیرت غریبوں کی — ادب بچوں کا دیکھیں تو جوانوں کا چلن دیکھیں
تامل رائے میں دیکھیں تو دیکھیں کام میں پھرتی — لڑائی فیلڈ میں دیکھیں کلب میں دوستی دیکھیں
اطاعت سلطنت کی احترام اہلِ حکومت کا — وفاداری کی گردنمیں بندھی سب کے رسن دیکھیں
نہ بو انمیں غلامی کی نہ بیباکی کی خو اُن میں — ادب اُنکے معتدل آزادگی اُن کا چلن دیکھیں
زباں سے قیصرِ ہندوستاں کا نام لے کوئی — تو اک دریا محبت کا دلوں میں موجزن دیکھیں
سلف پر فخر دیکھیں اور تاسف اپنی حالت پر — لگن اسلام کی اور قوم کی دل میں چبھن دیکھیں

نمازوں کی دیکھیں تقلید اور روزوں کی پابندی
اجازت نیک کرداری کی اور ہر اک کام کی بندی

کلب میں آ کے گر احباب رنگِ انجمن دیکھیں — تو زیبِ کرسیٔ صدر اک مجسم یونین دیکھیں
نہ دیکھی ہو جنہوں نے شفقت و طاعت کی تصویریں — وہ یاں آ کر اُستاد و شاگردونکو باہم ہم سخن دیکھیں

تأسف کرتے ہیں جو ہند کی نااتفاقی پر
قلب ہیں ہندیوں کی آشتی اور یونین دیکھیں

اگر باور نہ ہو اخلاص سُستی اور بشستی کا
باہم شیر و شکر یاں چار یار و پنجتن دیکھیں

نہ دیکھا ہو جنہوں نے پیار ہندو اور مسلماں میں
وہ اگر مسلم اور ہندو کو یکجان و دو تن دیکھیں

مسیحی پوششیں دیکھیں مسلمانوں کے بچوں کی
مسیحی کو مسلمانی قبا زیب بدن دیکھیں

عجب دیکھنی ہو شکل سید پادری جن کو
وہ بچوں سے سلوک آرنلڈ و مارسین دیکھیں

اگر ہو دیکھنی کنفرمیں تصویر سننے کی
تو والس کا بوقت درس انداز سخن دیکھیں

اگر اسکول میں چاہیں تو دیکھیں درست گو آکر
فرائض میں تمام اوقات اسکے مرتہن دیکھیں

ورم تدریس دیکھیں جیکر دفتی کو اگر برسوں تو
نہ پیشانی پہ بل دیکھیں نہ ابرو میں شکن دیکھیں

ادب اور مشرقی تاریخ کا ہو دیکھنا مخزن
تو شبلی سا وحید عصر و یکتائے زمن دیکھیں

اگر بو جعفرِ طوسی کو زندہ دیکھنا چاہیں
تو عباس ابن جعفر سا محیط علم و فن دیکھیں

سخن کوتاہ دار العلوم پھول قوم کے نازاں
جو آکر اسکا ایک ایک دُرّ مکنوں ہیں و حسن دیکھیں

پھر انکے بعد دیکھیں گر مربی اپنے بچوں کا
تو اک بچوں سے بڑھکر دلدادہ ول پیر کہن دیکھیں

خوشی میں رنج میں صحبت میں ہمارے ہیں کہ سکھ میں
اسے جب آکے دیکھیں قوم کی دھن میں مگن دیکھیں

رہیں جب کسطرح ہم پاسباں کی مدح و تحسیں سے
جب ایسا حیرت افزا آنکھ سے اپنے چمن دیکھیں

نہ سمجھیں یہ کہ ہو اس کو ہماری مدح کی پروا
اگر سید کا استحقاق اہلِ انجمن دیکھیں

محب قوم سنتا ہو در و دیوار سے تحسیں
جنہیں باور نہ آئے وہ محب قوم بن دیکھیں

ادا سید کا حق تو ہم سے ہو سکتا ہے کیا حالی
مگر ہاں ہم کو اپنا فرض کرنا تھا ادا حالی

تمت

اورینٹل فیکلٹی پنجاب یونیورسٹی کی کتب ملنے کا پتہ

شیخ جان محمد الہٰ بخش تاجران کتب لاہور بنگلہ ایوب شاہ

(اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبدالرشید منیجر چھپا)

قابل دید و لائق مطالعہ کتابیں

سوانحعمری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کلاں } مؤلفہ مولانا عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری جو نایاب تھی اور جسکا ایک ایک نسخہ دس دس روپے کو نہ ملتا تھا

اب تیسری مرتبہ شائع ہو گئی ہے حضرت امیر المومنین کے حالات اور مناقب کو کسی مؤلف نے آج تک اس شرح اور بسط کے ساتھ نہیں لکھا مؤلف اعلام اعلی اللہ تعالیٰ نے ہندوستان بھر کے کتب خانوں اور پبلک لائبریریوں کی سیر کے بعد ستاسو مستند کتب احادیث۔ تفسیر۔ سیر۔ رجال۔ تاریخ سے مرتب کیا ہے جس میں دو ہزار سے زیادہ آنحضرت صلعم کی حدیثیں اور صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار اور ائمہ کے اقوال درج ہیں اس کتاب کی فہرست مضامین پورے آٹھ صفحوں پر ہے حجم کتاب صفحہ ۷۰۸ تقطیع $\frac{20 \times 26}{29}$ مثمن بیجلد للعہ ... مجلد .... للعہ

مرأة العارفین فی ملتمس زین العابدین مترجم اردو } یہ کتاب عربی میں تصنیف لطیف جناب سید الشہدا

مقبول بارگاہ کبریا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہے یہ کتاب مستطاب منازل سلوک میں اعلیٰ پایہ رکھتی ہے جس کو حضرت نے اپنے لخت جگر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی درخواست پر تحریر فرمایا تھا۔ قیمت صرف ۴ر

رباعیات حکیم عمر خیام معہ حالات حکیم مرحوم } شروع کتاب میں حکیم مرحوم کے نہایت صحیح و مستند اور دلچسپ حالات درج کئے گئے ہیں جیسے علامہ شبلی مرحوم کی کتاب شعر العجم تک

نقل ہے پھر حروف تہجی کے اعتبار سے رباعیات با ترتیب دیگئی ہیں ہر رباعی ورق کی پوری تصویر ہے اور شعر کی مانند دل میں چبھتی ہے اخیر کتاب میں حکیم مرحوم کا گیارہ اشعار کا ایک فارسی قطعہ بھی درج کیا گیا ہے جو کسی اور رباعیات میں درج نہیں با وجود اتنی خوبیوں کے قیمت سب سے سستی یعنی صرف ۵ر

رباعیات شیخ ابو سعید ابو الخیر } معہ ترجمہ و مطالب اردو و حالات شیخ رح۔ شروع کتاب میں حضرت شیخ رح کے نہایت پاکیزہ و مستند حالات دئے گئے ہیں پھر حروف تہجی کے اعتبار سے ہر رباعی

ترتیب وار درج کیگئی ہے اور ہر رباعی کے بعد اسکا ترجمہ اور نہایت موزوں مطالب بیان کر دئے گئے ہیں جو رباعیوں سے تعلق رکھتے ہیں کیوں نہ ہو جبکہ رباعیات بذات خود عشق الٰہی میں ڈوبی ہوئی اور دردِ الٰہی کی پوری تصویر ہیں اور نشتر کی مانند دل میں چبھ جاتی ہیں اکثر رباعیوں کا ورد جیسا کہ رباعیات میں بیان کیا گیا ہے حل المشکلات ہے اور علاوہ مہلک مرضوں کے دفعیہ کے کشادگی رزق۔ عزت۔ اور کامیابی کیلئے اکسیر ہیں ہم حضرت شیخ کی رباعیات میں سے صرف سب سے پہلی رباعی بطور نمونہ درج ذیل کرتے ہیں جس سے مشتے نمونہ از خروارے آپ پر رباعیات کی اہمیت کھل جائیگی۔ سہ باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ + گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ + ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست + صد بار اگر توبہ شکستی باز آ قیمت ۵ر

رباعیات اکبر الہ آبادی } یعنی مجموعہ رباعیات لسان العصر کلام ملا محمد نظام عالیجناب خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی مرحوم۔ اسکے متعلق صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ ملک بھر میں جناب اکبر الہ آبادی کی شہرت کمال پرواز محض رباعیات ہی ہیں جو نہایت اہتمام کر کے چھپوائی گئی ہیں۔ قیمت ۸ر

مکمل گلدستہ حضرت محسن کاکوروی رح } یعنی مداح رسول حسان ثانی اویس قرنی صوفی پاک باطن مولانا سید محمد محسن صاحب کاکوروی کا نعتیہ کلام جنہوں نے اپنی کل زندگی نعت نبی صلعم کے لئے وقف کر دی اس گلدستہ

میں بادل والی قصیدہ مدیح خیر المرسلین کے علاوہ جسنے مولانا کے تمام کلام میں سب سے زیادہ شہرت پائی ہے وہ مشہور و معروف نظم بھی درج ہے جو نظم دل افروز کے نام سے موسوم ہے اور جسپر کسی تحفہ۔ بس تضمینیں بھی چھپ چکی ہیں اور جو آج کسی تاجر کے گلدستہ میں درج نہیں۔ قیمت ۵ر

مظہر العجائب یعنی خطبہ بے الف جناب امیر علیہ السلام } جس کی عبارت میں حرف الف نہیں اسکی روایت سے مضمون اسکا صنعت کی پابندی کے ساتھ نظم کیا گیا ہے نایاب کتاب ہے قیمت ۵ر

تحفۃ السالکین ترجمہ اردو ارشاد الطالبین

مصنفہ حضرت مولنا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب مستطاب مفید ہر شیخ و شاب قاضی رحمۃ اللہ کی مشہور و معروف تصنیفات سے ہے۔ جس کو آپ نے اسلئے لکھا تھا۔ تاکہ ولایت کی حقیقت معلوم کریں اور اس میں افراط و تفریط اور گناہ سے بچیں اور یاران طریقت منزل مقصود کو پہونچیں۔ خوبی اس کتاب لاجواب کی فہرست مضامین سے ظاہر ہے۔ جو بعدم گنجائش کے باعث مختصر آ درج ذیل ہے۔ کاغذ لکھائی چھپوائی نہایت اعلیٰ۔ قیمت ۸/

خطبہ کتاب۔
وجہ تصنیف کتاب۔
مقام اول۔ ولایت کا ثبوت اور اسکے متعلقات کا بیان
پہلی فصل۔ ولایت کا ثبوت۔
دوسری فصل ولایت کی تحقیق۔ ولایت سے متعلق سوال وجواب
تیسری فصل خوارق عادات کا بیان۔
صوفی کا قلب بالطبع حرام سے متنفر ہوتا ہے۔
مسئلہ اولیاء اللہ کا کشف اور علم ظنی کا موجب ہے۔
کشف اور الہام پر عمل کرنا جائز ہے۔
مسئلہ کشف۔ الہام حدیث۔ آحاد۔ قیاس۔
اہل سکر کے کشف میں غلطی کا احتمال زیادہ ہے۔
ولایت خدا تعالیٰ کی طرف ایک نسبت ہے۔
ولی کی علامات۔
دوسرا مقام۔ مریدوں کے آداب کا بیان۔
تقوی کی تعریف۔
علم باطنی میں زیادتی چاہنا فرض ہے۔
پیر تلاش کرنے کا طریقہ۔
مسئلہ آداب شیخ میں کوتاہی کرنا حرام ہے
مسئلہ مرید اپنے شیخ کو کیسا سمجھے۔
مسئلہ۔ مرید کو شیخ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔
اعتدال سے زیادہ تعظیم مذموم ہے۔
اولیا کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔
غیر اللہ سے مراد کا طلب کرنا کفر ہے۔
غیر اللہ سے امداد چاہنا جائز نہیں۔
بحر اللہ دعا مانگنا جائز نہیں۔

اولیا کو معصوم جاننا کفر ہے۔
مسئلہ۔ اولیا کی قبریں بلند کرنا اور ان پر گنبد تعمیر کرنا اور عرس وغیرہ کرنا کیسا ہے؟
مسئلہ زیارت قبور کے وقت سنت کیا ہے۔
مسئلہ پیغمبر خدا صلعم اور اولیا کرام کے مقابر کی زیارت کا طریقہ
مقام سوم۔ کاملوں اور مرشدوں کے آداب کا بیان۔
فصل اول۔ کامل کو بھی طلب مزید لازم ہے۔
مسئلہ۔ ولی کامل کو چاہیے کہ لوگوں کو اپنے فیض کی طرف توجہ دلائے۔
مسئلہ۔ ولایت اور ارشاد کا جھوٹا دعوی کرنیوالا شیطان ہے
فصل دوم۔ شیخ کا مرید سے سلوک کا بیان۔
مسئلہ شیخ کو چاہیے کہ طریقہ کو بیان کرے یہیں پوری طرح سے۔
مسئلہ مسند نشین پیر کو چاہیے کہ باوقار ہو۔
مقام چہارم۔ قرب الہی کے اسباب اور اسکی ترقی کا بیان۔
فصل۔ آفاقی اور انفسی سیر کا بیان۔
فصل عبادات کی برکات کا بیان۔
فصل مشائخ کی تاثیر کا بیان۔
مسئلہ۔ پیغمبروں کو بھیجنے کا اصل مدعا کیا ہے۔
مسئلہ۔ صرف ریاضت نفسی کی برائیاں دور کرنے کے لئے کافی ہیں۔
مسئلہ اجتبا اور ہدایت میں فرق۔
مسئلہ جذب مطلق کیسے ہوتا ہے۔
فائدہ قرب کی ترقی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔
فصل۔ استعداد کا بیان۔
مسئلہ ممکن ہے کہ بعض اولیا بعض انبیا کی سی صفت پیدا کر سکیں ہوں
مقام پنجم مقامات قرب الہی کا بیان۔

م مبادی تعینات ✤ حقیقت ظلال۔ ✤ بیان سیر الی اللہ ✤ انا حق کہنے کی وجہ ✤ ولایت کبرٰے فصل۔ ولایت صغرٰے کا بیان ✤ کشف کے متعلق سوال وجواب ✤ فصل ولایت اور کمالات نبوت و رسالت کے ہر مقام پر صوفی کے حالات ✤ فصل۔ عروج کے متعلق تمام مقالات حضرت مجدد الف ثانی کو عرا حتمد ہیں ✤ خاتمہ سلسلہ